# امجد پرویز صدیقی۔۔۔۔ لاکھوں میں ایک

تحریر : ڈاکٹر حسن فاروقی

بچہ جب اس دنیا میں آتا ہے تو روتا ہوا آتا ہے۔ پھر جب آنکھیں کھولتا ہےاور اپنے ارد گرد اپنےپیاروں کو محسوس کرتا ہے تو مسکرانے لگتا ہے۔ یہاں سے زندگی کے سہانے سفر کا آغاز ہو جاتا ہے۔ اس سفر میں ہر لمحہ ہر پل مزید اور بھرپور زندگی کی ترنگ لے کر آتا ہے۔ حتیٰ کہ موت آنے تک زندہ رہنے کی تگ و دو جاری رہتی ہے۔ زندگی کے اس سفر میں جہاں راحت و مسرت سے پالا پڑتا ہے وہاں انسان رنج و الم سے بھی نبرد آزما رہتا ہے۔ مگریہ غم و خوشی کائناتی سفر میں دن رات کی تبدیلی کی طرح انسانی زندگی کے سفر کو بھی جاری و ساری رکھتے ہیں۔ دن ہو یا رات، دکھ ہو یا سکھ، انسان زندہ رہنا چاہتا ہے ، جینا چاہتا ہے۔ اگر کائنات کی روانی میں رات ہی کا تسلسل ہو ، گھپ اندھیرا ہو تو شاید حیات کائنات ممکن نہ رہے۔ انسانی حیات میں بھی اگر دکھ ہی دکھ ہوں تو یہاں بھی شاید انسان کے پاس اجل کے سوا کوئی چارا نہیں بچتا۔ موت ہی میں نجات معلوم ہوتی ہے۔

اس مادی دنیا میں جہاں انواع و اقسام کے اجسام ہیں ، انسان بھی اپنے جسم کے ساتھ ہی زندگی کے سفر پر گامزن ہوتا ہے۔ انسانی جسم ہی دکھ اور سکھ کا منبع و مصدر ہے۔ انسانی وجود کو جب ذہنی و بدنی راحت نصیب ہوتی ہے تو اس کی زندگی کا سفر ، سہانہ سفر بن جاتا ہے اور جب اسی جسم کو گزند پہنچتی ہے تو یہی سفر دکھوں کے سفر میں بدل جاتا ہے۔ دکھ عمومی طور پر ایک ذہنی کیفیت کا نام ہے۔ اور ذہن بھی بلامبالغہ جسم ہی کا حصہ ہے ۔ تاہم اگر جسم آسودہ ہو اور ذہن کرب سے دوچار تو ایسی کیفیت دکھ بھری کیفیت کہلاتی ہے۔ لیکن جب جسم بھی زخموں سے چور ہواور ذہن بھی کرب میں بتلا ۔۔۔۔ تو ایسی کیفیت کو درد بھری کیفیت کہیں گے۔ ایسا شخص جس کا جسم بھی گھائل ہو اور ذہن پر بھی ہر روز نئے نئے گھاؤ لگتے ہوں وہ بظاہر تو زندگی کے سفر پر رواں دواں دکھائی دیتا ہے مگر اس کی زندگی کا سفر سہانا نہیں ہوتا بلکہ درد کا سفر ہوتا ہے۔ اور درد کا سفر ننگے پاؤں آگ پر چلنے کی طرح ہے۔ قدموں کے بغیر دہکتی زمین پر آگے بڑھنے جیسا ہے۔ یہ کانٹوں کا سفر ہے ۔ کوئی ہے ؟ جو طلسمی شہزادہ خیام کی طرح راستے کی تمام رکاوٹیں عبور کرتا ہوا منزل کو پالے ؟ جی ہاں حقیقی دنیا میں بھی میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جس نے یہ سب آگ کے دریا پار کیے اور ایسی ایسی منزلوں سے ہمکنار ہوا جو ہر کسی کے نصیب میں کہاں ؟ اس شخصیت کا نام ہے امجد پرویز صدیقی۔۔۔۔۔ !

امجد پرویز صدیقی بظاہر نام تو عام لوگوں جیسا ہے مگر یہ کوئی عام شخص نہیں۔ اس شخص کا نوے فیصد جسم غیر متحرک ہے۔ ویل چئیر کے بغیر حرکت ناممکن مگر کاروباری اور تحقیقی خدمات کےنتیجے میں انہیں ہیرو Hero یعنی One in Million اور لاکھوں میں ایک کے خطاب سے نوازا گیا ہے ۔ ایسا سب کچھ کیوں اور کیسے ہوا یہ جاننے کے لیے آئیے کچھ ان کی لائف ہسٹری پر روشنی ڈالتے ہیں۔

پاکستان کے شہر سرگودھا میں پیدا ہونے والے امجد پرویز صدیقی ابھی 22 سال کے تھے کہ حج اور نوکری کے سلسلے میں سعودی عرب جانے کا اتفاق ہوا جہاں بینک کی نوکری تو مل گئی مگر ساتھ ہی ایک گاڑی کی ٹکر سے دائیں / بائیں ٹانگ ٹوٹ گئی۔
تندرست و توانا امجد صدیقی پہلے ایک ٹانگ سے محروم ہوئے پھر اپنی ہی گاڑی کے شدید حادثے میں ریڑھ کی ہڈی اس حد تک متاثر کروا بیٹھے کہ جسم کا نچلا دھڑ عمر بھر کے لئے غیر فعال ہو گیا۔ 18 ماہ تک سعودی عرب کے مختلف ہسپتالوں میں زیر علاج رہے مگر نارمل زندگی کی طرف نہ لوٹ سکے ۔ درجنوں آپریشن ہوئے۔ جو جو کچھ دستیاب علاج تھا سب کیا تاہم زندگی کا سفر ویل چئیر کے سہارے طے کرنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ سال 191 کی بات ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب امجد صدیقی یا تو معذوری کو گلے لگا لیتے اور عمر بھر دوسروں کے سہارے پڑے رہتے یا پھر کانٹوں کے موجودگی میں گلشن حیات میں گلاب کی تلاش میں نکل پڑتے۔ امجد صاحب نے دوسرے راستے کا انتخاب کیا اور سر بکفن موت کو گود میں اٹھائے زندگی کے سفر پر تن تنہا نکل پڑے۔
آج چالیس برس گزرنے کے بعد بھی امجد پرویز صدیقی اسی ویل چئیر پر زندگی کی منزلیں طے کرتے کرتے ایسے مقام پر پہنچے ہیں جہاں پہنچنا شاید ایک نارمل انسان کے لیے بھی محض ایک خواب ہو۔
انیس سو ترانوے میں جب بینک کی نوکری ختم ہوئی تو گارمنٹس کا کاروبار شروع کیا۔ سعودی عرب میں ہی ویل چیئر پر دکان دکان گارمنٹس بیچتے رہے۔ پھر درجنوں مصنوعات کی پاکستان سے امپورٹ شروع کی۔ ایمانداری ، سخت محنت اور وعدے کی پاسداری کو کاروبار کا اصول بنایا۔ اللہ نے ترقی اور عروج عطا کیا۔ مختلف ممالک میں دفاتر قائم کیے۔ سینکڑوں لوگوں کو نوکریاں دیں۔ امجد پرویز صدیقی نے معذوری کے ساتھ ساتھ علاج اور کاروبار کی غرض سے دنیا کے 52 ملکوں کا دورہ کیا۔ شاید ہی کوئی ریہیبلیٹیشن سینٹر ہو جہاں خود کو ریسرچ اور علاج کے لیے پیش نہ کیا ہو ۔ پندرہ سو سے زائد تحقیقی مراکز سے منسلک ہونے اور معجزانہ حدتک پرعزم اور باہمت ہونے کے باوصف آپ کو لاکھوں میں ایک کے خطاب سے نوازا گیا ہے۔ انہیں درجنوں سربراہان مملکت سے ملاقات کا اعزاز بھی حاصل ہے ۔ملکوں ملکوں گھومنے ، کاروبار کو وسعت دینے اور معذور افراد کو ہمت و حوصلہ دینے کے بعد واپس سعودی عرب آ گئے۔ یہاں بھی سینکڑوں معذور افراد کو ہسپتالوں سے نکال کر معاشرے کا باعزت اور مفید شہری بنایا۔ انہیں مفت ٹریننگ دی اور ان کے لئے باعزت روزگار کا بندوبست بھی کیا۔ انہی خدمات کے صلے میں سعودی حکومت نے ان کو ہیرو کا خطاب دیا اور حکومتی سطح پر پذیرائی سے نوازا۔ کے القابات بھی "Talented " اور" Pioneer " عطا کئے۔ دیگر ممالک سے بھی ان گنت ایوارڈز ، ٹرافیاں اور اعزازات مل چکے ہیں جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ امجد پرویز صدیقی کا شمار کوئی معمولی انسانوں میں نہیں ہوتا بلکہ وہ لاکھوں میں ایک ہیں۔
پاکستان میں مستقل سکونت اختیار کرنے کے بعد امجد پرویز صدیقی اب عمر کے اس حصے میں ہیں جب قلم سے نکلا ہوا ایک ایک حرف اور منہ سے نکلا ایک ایک لفظ مکمل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ زندگی کے جن جن تجربات سے پالا پڑا ، جن جن مشاہدات سے دوچار ہوئے لازم ہے کہ وہ انہیں احاطہ تحریر میں لائیں تاکہ "صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے" کے مصداق عامتہ الناس کے لیے تیار حوالہ Ready Reference کے طور پر موجود ہو ۔

ہم جناب امجد پرویز صدیقی کے بے حد ممنون ہیں جنہوں نے اپنے تجربات و مشاہدات کو کتابی شکل میں مرتب کیا ہے اور بلاشبہ اس کا عنوان "درد کا سفر" رکھا ہے۔ قارئین آگاہ رہیں کہ اس میں مصنف نے اپنی کامرانیوں کا ذکر ہی نہیں کیا بلکہ مشکلات کی موجودگی میں اپنی کامیابیوں کا تذکرہ دیگر ممالک کا حوالہ دیتے ہوئے وہاں کے کلچر اور عمومی رجحانات کو بھی.بیان کیا ہے ۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مختلف ملکوں کے باسیوں کا عمل اور ردعمل کیسا ہے۔ خاص طور پر اسپیشل افراد کے ساتھ برتاؤ کیسا ہے۔ عالمی سیاسی و جغرافیائی تبدیلیوں کا بھی احاطہ کیا گیا ہے۔ خصوصی طور پر خلیجی جنگ کے مضمرات ، جنگ سے پہلے اور بعد کی تبدیلیوں پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ چالیس برسوں میں مصنف نے جن ممالک کے دورے کئے وہاں ماضی قریب میں رونما ہونے والی معاشرتی ترقی و خوشحالی کا ذکر کرتے ہوئے وہاں ماضی کی خرابیوں کی نشاندہی بھی اس نیت سے کی ہے کہ پاکستانی بھی ایسی تبدیلی کو اپنائیں۔ یوں زیر نظر کتاب ایک معذور شخص کی کامرانیوں کا شمار ہی نہیں کرتی بلکہ ایک سوشل سائنٹسٹ کی طرز پر عالمی سماج کے ان پوشیدہ پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالتی ہے جن کو فقط درد کا مسافر ہی دیکھ سکتا ہے۔ لہذا کتاب "درد کا سفر" اپنی نوعیت اور بیان کے لحاظ سے منفرد و یکتا ہے کیونکہ اس کا مصنف اسپیشل فرد ہونے کے ساتھ ساتھ لاکھوں میں ایک ہے ۔